ریحان احمد یوسفی

تو تو ہے، میں میں ہوں

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

خلافت راشدہ کے بعد عربوں کی دو عظیم حکومتیں قائم ہوئیں۔ ایک کا تعلق بنو امیہ سے تھا اور دوسرے کا بنو عباس سے۔ بنو عباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس کی اولاد میں سے تھے۔ عباسی خاندان نے پانچ صدیوں تک حکومت کی۔ تہذیب وتمدن، علم وحکمت، قوت واقتدار غرض ہر اعتبار سے ان کے دور میں اسلامی سلطنت اپنے عروج پر پہنچ گئی تھی۔

عباسی خاندان کا سب سے بڑا خلیفہ ہارون الرشید تھا۔ اس کے اقتدار کی عظمت اندازہ ایک واقعہ سے کیا جاسکتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ دارالخلافہ بغداد میں خشک سالی ہوگئی۔ ایک روز خلیفہ اپنے محل کی چھت پر کھڑا تھا کہ ابر چھا گیا، مگر بادل برسے بغیر آگے چلا گیا۔ اس پر ہارون رشید نے کہا: اے بادل تو جہاں چاہے جا کر برس، تیری پیداوار کا خراج میرے ہی پاس آئے گا۔

ہارون رشید اپنی ذاتی زندگی میں ایک صالح آدمی تھا۔ اس کی ایک دعا اس طرح نقل ہوئی ہے۔

یا رب انت انت و اناانا۔ انا العواد بالذنب و انت العواد بالمغفرة۔ فاغفرلی

یعنی اے میرے رب تو تو ہے اور میں میں ہوں۔ میں بار بار گناہ کرتا ہوں اور تو بار بار بخشنے والا ہے۔ پس مجھے بخش دے۔

اس دنیا میں ساری بڑائی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ کسی انسان کی اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں۔ اس کی دی ہوئی بھیک سے ہر آدمی پل رہا ہے۔ اس کی بخشی ہوئی پناہ میں ہر آدمی جی رہا ہے۔ یہ حقیقت اگر

انسان کو یاد رہے تو خدا اس کی ہر امید اور ہر خوف کا مرکز بن جائے گا۔ وہ سب سے بڑھ کر اس سے محبت کرے گا اور سب سے زیادہ اسی سے ڈرے گا۔ اپنے بشری تقاضوں کی بنا پر اس انسان سے کوئی غلطی تو ہو سکتی ہے، مگر یہ غلطی کبھی سرکشی اور بے نیازی میں نہیں بدل سکتی۔

رب کی عظمت اور اس کے سامنے اپنے بے وقعت ہونے کا احساس اگر زندہ ہے تو انسان بادشاہ بن کر بھی غافل نہیں رہتا۔ یہ احساس مردہ ہو جائے تو معمولی انسان بھی خود کو فرعون سمجھتا ہے۔

Honey Trap

امریکہ، روس، برطانیہ، فرانس اور چین کا شمار دنیا کی پانچ بڑی طاقتوں میں ہوتا ہے۔ سوویت یونین کے انہدام سے قبل یہی پانچ طاقتیں ایٹمی اسلحہ کی حامل تھیں۔ اس زمانے میں دیگر بعض ممالک نے بھی ایٹمی اسلحہ کے حصول کی کوشش شروع کر دی تھی۔ ان میں سرائیل کا نام سر فہرست ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اسرائیل نے مغربی طاقتوں کی مدد سے سن ساٹھ کی دہائی میں یہ صلاحیت حاصل کر لی تھی مگر بین الاقوامی دباؤ کے خوف سے اس صلاحیت کا اظہار نہیں کیا۔

1986 میں دنیا کو پہلی بار اس وقت اسرائیل کی ایٹمی طاقت کے بارے میں معلوم ہوا جب صحرائے نقب میں واقع اسرائیلی ایٹمی تنصیب DIMON کے ایک اہلکار مردکائی ونونو نے برطانوی اخبار 'سنڈے ٹائمز' کو ایک انٹرویو دیا۔ اس انٹرویو میں اس نے اسرائیل کے خفیہ ایٹمی پروگرام کی تفصیلات سے پہلی دفعہ پردہ اٹھایا۔ جس سے دنیا بھر میں کھلبلی مچ گئی۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

چنانچہ اسرائیل کی حکومت نے فیصلہ کیا کہ اس سے قبل یہ اہلکار مزید مسائل پیدا کرے اسے واپس اسرائیل لا کر اس کے خلاف مقدمہ چلنا چاہیے۔ لہٰذا اسے پھانسنے کے لیے اسرائیل کی خفیہ ایجنسی موساد نے ایک Honey Trap یا دامِ الفت تیار کیا۔ موساد کی ایک انتہائی حسین خاتون ایجنٹ نے مردکائی ونونو سے لندن میں دوستی کی۔ اسے اپنی حسن کے جال میں پھنسایا۔ پھر اسے تفریح کے لیے روم چلنے کی پیشکش کی۔ روم کے ایک ہوٹل میں اسے نشہ آور دوا کھانے میں ملا کر دی گئی۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو سامنے کوئی دلربا حسینہ نہیں، اسرائیل کی عدالت تھی، جس نے اسے غداری کے الزام میں 18 سال قید کی سزا سنا دی۔

یہ واقعہ جو ایک فرد پر گزرا، ہر انسان کا حقیقی مسئلہ ہے۔ آزمائش کی اس دنیا میں انسان ہر لمحہ حالت جنگ میں ہے۔ اس کے دشمن شیطان نے اس کے سامنے طرح طرح کے Honey Trap بچھا رکھے ہیں۔ انسان دنیا کے

اس جال کو جال نہیں سمجھتا۔ وہ ساری زندگی دنیا کی ظاہری خوبصورتی اور لذت کے پیچھے بھاگتا ہے۔ اس حسن کے پیچھے جہنم کی جو قید چھپی ہے، وہ اسے نظر انداز کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ خدا کے فرشتے موت کی بیہوشی لیے اچانک نمودار ہوتے ہیں اور جب آنکھ کھلتی ہے تو جہنم کے قید خانے کے سوا کچھ اور سامنے نہیں رہتا۔

کامیاب انسان وہ نہیں جس نے دنیا میں بہت ترقی کی۔ کامیاب انسان وہ ہے جس نے دنیا کے Honey Trap میں پھنسنے کے بجائے، خدا کی ابدی جنت کی نعمتیں حاصل کر لیں۔

گندے انڈے

عام طور پر لوگوں کی یہ کوشش اور خواہش ہوتی ہے کہ جب وہ سودا سلف لینے باہر جائیں تو کوئی دکاندار گلی سڑی اور باسی اشیا کوئی اس کے حوالے نہ کر دے۔ تاہم دکانوں پر ملنے والی اشیا میں غالباً انڈا واحد چیز ہے کہ جس کی ظاہر حالت دیکھ کر اس کے خراب ہونے کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ انڈے کا خراب ہونا اسی وقت معلوم ہوتا ہے جب گھر لانے کے بعد انڈے پر چڑھا خول توڑا جائے۔ تب ہی پتا چلتا ہے کہ کھانے کے استعمال میں آنے والی سفیدی اور زردی صحیح حالت میں ہیں یا خراب ہو چکے ہیں۔

آج کے انسان کا معاملہ بھی کچھ انڈے ہی جیسا ہے۔ آج جس شخص سے بات کی جائے وہ اپنی گفتگو اور ظاہری چیزوں سے اپنے گرد انڈے کی طرح سفید خول چڑھائے ہوئے ملتا ہے۔ خوش اخلاق با کردار، اصول پرست، معاشرتی خرابیوں سے نالاں اور اخلاقی انحطاط سے پریشان۔ مگر جب معاملہ کیجیے تو معلوم ہوتا ہے کہ اکثر لوگ گندے انڈے کی طرح ہیں۔ لوگ صرف اس وقت تک اچھے انڈے ثابت ہوتے ہیں جب تک ان کے مفادات اور خواہشات کے تحت معاملات چل رہے ہوں۔ مگر جیسے ہی ان کی انا کے خول پر ضرب لگے، ان کے مفادات کا گھروندا بکھرنے لگے، ان کی خواہشات کا محل مسمار ہونے لگے، ان کے تعصّبات کا علم سرنگوں ہونے لگے، گندے انڈے کا سفید خول ٹوٹتا ہے اور اس کے اندر سے غلاظت اور بدبو کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔

لوگ وعدہ کرتے ہیں مگر پورا نہیں کرتے۔ لوگ بولتے ہیں مگر سچائی سے کام نہیں لیتے۔ لوگ تنقید کرتے ہیں مگر عدل و انصاف کو ملحوظ نہیں رکھتے۔ لوگ یہ سب کچھ کرتے ہیں مگر اس کے ساتھ اپنے نیک و صالح ہونے کا ڈھنڈورا بھی پیٹتے ہیں۔ اپنی پاکدامنی کا قصیدہ بھی پڑھتے رہتے ہیں۔ اپنی پاکیزگی نفس کے ثبوت بھی فراہم کرتے ہیں۔ مگر درحقیقت یہ لوگ گندے انڈے ہیں۔ یہ گندے انڈے معاشرے کی اعلیٰ روایات کو ختم کر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کو

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

کبھی ان کے الفاظ کے ترازو میں نہیں تولنا چاہیے بلکہ عمل آئینے میں ان کی تصویر دیکھنی چاہیے۔

میڈیا اور عورتوں کی نمائش

''لوگوں کی نگاہوں میں مرغوبات دنیا: عورتیں، بیٹے، سونے چاندی کے ڈھیر، نشان زدہ گھوڑے، چوپائے اور کھیتی کھبادی گئی ہیں۔ یہ دنیوی زندگی کا سروسامان ہیں اور اللہ کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے۔ ان سے کہو کیا میں تمھیں ان چیزوں سے بہتر چیز کا پتا بتادوں؟ جو لوگ تقویٰ اختیار کریں گے ان کے لیے ان کے رب کے پاس باغ ہیں، جن میں نہریں جاری ہوں گی۔ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور اللہ کی خوشنودی ہوگی''۔ (آل عمران 3:15-14)

قرآن کریم کی اس آیت میں مرغوبات دنیا کی جو فہرست بیان کی گئی ہیں اس میں سرفہرست عورتوں کی محبت کو بیان کیا گیا ہے۔ اس بات کو کسی اور نے سمجھا ہو یا نہیں، میڈیا انڈسٹری کے لوگوں نے خوب سمجھا ہے۔

دور جدید میں الیکٹرونک میڈیا ایک غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ تعلیم، معلومات اور تفریح کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ خاص طور پر تیسری دنیا کے ممالک میں جہاں مطالعہ کا زیادہ رجحان نہیں اور شرح خواندگی بھی کم ہے، وہاں الیکٹرونک میڈیا ہی لوگوں کی دلچسپی کا اصل مرکز ہے۔ مگر بدقسمتی سے یہ دور جدید میں عورتوں کی نمائش اور عریانی پھیلانے کا ذریعہ بن کر رہ گیا ہے۔

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

اس کا سبب یہ ہے کہ فلم اور ڈرامہ بنانے والوں کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کی فلم اور ڈرامہ کو لوگوں کی بڑی تعداد دیکھے۔ اسی طرح ہر ٹی وی چینل چلانے والوں کی کوشش ہوتی ہے کہ ان کے چینل کے ناظرین اکثریت میں ہوں۔ ایک ناظر کی توجہ حاصل کرنے کا سب سے سہل اور آسان نسخہ یہ ہوتا ہے کہ خوبصورت خواتین کو میک اپ اور روشنی کے ذریعے سے خوب تر بنا کر اسکرین پر لایا جائے۔ ان کی نسوانیت اور صنفی کشش کو ابھار کر لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ ان کے ناز و انداز اور غمزہ و ادا کے ذریعے سے لوگوں کو ان کے شوق میں مبتلا کیا جائے۔ ان کے جسم کی نمائش کر کے ویورشپ (Viewership) کو بڑھایا جائے۔ عاشقانہ اور فحش مناظر سے ناظر کی توجہ حاصل کی جائے۔ اور ضرورت پڑے تو فنکارہ کو بے لباس کر کے فن کی ''خدمت'' کرائی جائے۔

الیکٹرونک میڈیا کے اس دور میں اب گھر گھر ٹی وی اور کیبل موجود ہے۔ ہر طرح کی فلمیں بازار میں عام ملتی ہیں۔ ان کو چلانے کے بہترین آلات، وی سی آر، سی ڈی پلیئر اور ڈی وی ڈی پلئیر کی شکل میں انتہائی ارزاں قیمت پر بازار میں دستیاب ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد صبح و شام الیکٹرونک میڈیا سے استفادہ کرتی

ہے۔اور جیسا کہ ہم نے بیان کیا، میڈیا پر دکھائی جانے والی شے اکثر و بیشتر عورت ہی ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ ایک انسان کے اندر سے حیا کے فطری جذبے کو مغلوب کر دیتا ہے۔ انسان کے حیوانی جذبات اس پر غالب آجاتے ہیں۔آہستہ آہستہ عفت کا احساس ختم ہونے لگتا ہے۔زنا اور فحاشی انسان کو ایک معمولی عمل لگنے لگتا ہے۔

اس صورت حال کا ایک حل یہ نکالا گیا ہے کہ گھر سے ٹی وی کو نکال دیا جائے۔ یہ بظاہر مکمل حل ہے۔مگر تجربہ یہ بتاتا ہے کہ یہ حل اکثریت کے لیے ناقابل عمل ہے اور آئندہ آنے والے دنوں میں مزید ناقابل عمل ہو جائے گا کیونکہ دور جدید میں الیکٹرونک میڈیا کو روک دینا کسی طور پر بھی ممکن نہیں رہا ہے۔

اس صورت حال کا حل وہی ہے جو مغربی ممالک میں رہنے والے مسلمانوں میں سے باشعور لوگوں نے اپنے بچوں کے حوالے سے اختیار کیا ہے۔یعنی فرد کی تربیت کی جائے۔ایمان و اخلاق کو اس کے رگ و پے میں اتارا جائے۔اپنی تہذیب، اقدار، روایات اور فطرت میں موجود پاکیزہ جذبات کو ابھارا جائے۔حیا اور عفت کی اہمیت دل و دماغ میں راسخ کی جائے۔زنا کے نقصانات اور اس کی شناعت کو اجاگر کیا جائے۔نیز نکاح کے فطری تعلق سے، جتنا جلدی ہو سکے، نوجوانوں کو وابستہ کرنے کی تحریک برپا کی جائے۔

ان سب کے ساتھ لوگوں کو اس حوالے سے تعلیم دی جائے کہ اللہ کی جنت تقویٰ کے بغیر نہیں مل سکتی۔ یہ جنت وہ مقام ہے جہاں انسان ہمیشہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے سائے میں زندہ رہے گا۔دنیا میں جتنی بھی نعمتیں پائی جاتی ہیں وہ جنت میں کہیں زیادہ بہتر بنا کر انسان کو دے دی جائیں گی۔

انسان ذہنی طور پر بہت طاقتور مخلوق ہے۔جب وہ کسی شے کے بارے میں ایک نقطۂ نظر قائم کر لیتا ہے تو بنیادی جبلی جذبات پر بھی قابو پا لیتا ہے۔اس کا ایک نمونہ رمضان کے روزے ہیں جب لوگ اللہ کے لیے کھانا پینا تک چھوڑ دیتے ہیں۔اس لیے یہ بات یقینی ہے کہ جب انسانوں کی تربیت اس طرح کی جائے گی تو وہ خود اور اپنے اہل خانہ کو الیکٹرونک میڈیا کی پھیلائی ہوئی اس آلودگی سے بچانے کے قابل ہو جائیں گے۔

اللہ کا ذکر اور اطمینان قلب

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کو دلوں کے اطمینان کا ذریعہ بتایا ہے (الرعد 13:28)۔مگر ہمارے ہاں لوگ عام طور پر یہ شکایت کرتے نظر آتے ہیں کہ اللہ کا ذکر کر کے بھی دل بے چین و مضطرب رہتا ہے۔وہ صبح و شام تسبیحات پڑھتے ہیں، مگر پھر بھی زندگی حزن و ملال اور بے چینی و انتشار میں گزرتی ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اصل بات یہ ہے کہ اس آیت میں اطمینان سے مراد سکون کی وہ کیفیت نہیں ہے جو کسی نشے کو اختیار کرنے کے بعد انسان پر طاری ہو جاتی ہے۔اور جس کے بعد انسان دنیا و مافیہا کے ہر غم سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ بلکہ یہاں اطمینان سے مراد وہ ذہنی کیفیت جس میں انسان کو یہ یقین ہوتا ہے کہ جس ہستی پر وہ ایمان لایا ہے، جس کو اس نے اپنا رب اور اپنا معبود مانا ہے، وہی درحقیقت خالق و مالک ہے۔اسی کے ہاتھ میں کل کائنات کی بادشاہی ہے۔اور جس نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا، اللہ تعالیٰ اسے کبھی رسوا اور محروم نہیں کرے گا۔

تاہم یہ یقین اللہ کے جس ذکر سے پیدا ہوتا ہے وہ محض تسبیح پر انگلیاں پھیرنے کا عمل نہیں بلکہ اس کی یاد میں جینے کا نام ہے۔ یہ محض کچھ اذکار کو زبان سے ادا کرنے کا عمل نہیں، اس کے ذکر سے منہ میں شیرینی گھل جانے کا نام ہے۔ یہ اس کے نام کی مالا جپنے کا عمل نہیں، ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کو اپنے ساتھ سمجھنے کی کیفیت کا نام ہے۔ یہ اللہ ھو کا ورد کرنے کا عمل نہیں، رب کی محبت اور اور اس کے ڈر میں زندگی گزارنے کے نام ہے۔اس یاد کی بڑی خوبصورت تعبیر فیض نے یوں کی ہے۔

رات یوں دل میں تیری بھولی ہوئی یاد آئی

جیسے ویرانے میں چپکے سے بہار آجائے

جیسے صحراؤں میں ہولے سے چلے باد نسیم

جیسے بیمار کو بے وجہ قرار آجائے

قرآن نے اس بات کو واضح کیا ہے کہ اطمینان قلب کی وہ کیفیت جس میں انسان کو نہ کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ کوئی اندیشہ اللہ کے دوستوں عطا کی جاتی ہے۔فرمایا:

> سن لو کہ اللہ کے دوستوں کے لیے کوئی خوف ہے اور نہ کوئی اندیشہ۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے رہے۔ان کے لیے خوشخبری ہے، دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی، اللہ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔یہی بڑی کامیابی ہے۔(یونس 10:64-62)

یہاں قرآن یہ بھی بیان کرتا ہے کہ اللہ کے یہ دوست کون ہوتے ہیں؟ یہ کوئی ''بزرگ'' قسم کے لوگ نہیں بلکہ وہ سچے اہل ایمان ہیں جو اپنے ایمان کا ثبوت تقوی سے دیتے ہیں۔یعنی رب کی یاد ان کا احاطہ اس طرح کر لیتی ہے کہ زندگی کے ہر کمزور لمحے میں وہ یہ سوچ کر گناہ سے دور بھاگتے ہیں کہ اللہ میرے ساتھ ہے اور مجھے دیکھ رہا ہے۔یہی لوگ

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اللہ کے ولی اور اس کے دوست ہیں۔ اور جو اللہ کا دوست ہو وہ کیسے کسی خوف وحزن کا شکار ہوسکتا ہے۔

اس بات کو ایک مثال سے سمجھیں۔ اگر کسی شخص کی پاکستان کے صدر مملکت سے براہِ راست دوستی ہو جائے تو پھر پاکستان میں کوئی سرکاری محکمہ اسے تنگ نہیں کرسکتا۔ کہیں اس کا کام پھنس نہیں سکتا۔ جب ایک فانی انسان کا یہ حال ہے تو جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنا دوست قرار دیدے، ان کے معاملات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ وہ ایمان وتقوی کے ساتھ زندگی گزرتے ہیں اور اللہ انہیں ہر خوف وحزن سے محفوظ رکھتا ہے۔ وہ اللہ کی یاد میں جیتے ہیں اور اللہ ان کے دل کو اطمینان سے بھر دیتا ہے۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کے نیک بندوں پر تکالیف بھی آتی ہیں بلکہ اکثر انھی پر آجایا کرتی ہیں تو پھر یہ لوگ کس طرح خوف وحزن سے محفوظ ہوئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حزن وخوف دل کی ایک کیفیت کا نام ہے۔ جو لوگ اللہ کی یاد میں جیتے ہیں، ان کے اردگرد وقتی طور پر پریشان کن حالات پیدا ہو سکتے ہیں، مگر ان کے قلب پر اطمینان کی وہ کیفیت رہتی ہے جس سے انسان ہمیشہ پرسکون رہتا ہے۔ اس کا سب سے اچھا نمونہ خود حضور پاک کی اپنی سیرت ہے۔ آپ کو اپنی زندگی میں متعدد مسائل کا سامنا کرنا پڑا اور ہجرت کے موقع پر تو خون کے پیاسے لوگ آپ کو تلاش کرتے کرتے غار ثور تک آپہنچے۔ آپ کے ساتھ سوائے حضرت ابو بکرؓ کے اور کوئی نہ تھا۔ مگر آپ اس موقع پر ذرہ برابر بھی خوفزدہ نہ ہوئے بلکہ جب حضرت ابو بکرؓ آپ کی طرف سے فکر مند ہوئے تو آپ نے ان کو اس طرح تسلی دی کہ اے ابو بکر ان دو کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا رفیق خود اللہ ہے، (ماظنك يا ابا بكر باثنين الله ثالثهما، رواه بخاری، رقم 3453)۔

ایک بندہ مومن پر جب زندگی کی مشکلات آتی ہیں تو اس کا ایمان اسے بتاتا ہے کہ اللہ چاہے تو باآسانی اسے ان مشکلات سے نکال سکتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے رب ہی کو پکارتا اور اسی سے مدد چاہتا ہے۔ جس کے نتیجے کے طور پر اللہ تعالیٰ اسے اس مشکل سے نجات عطا کر دیتے ہیں۔ تاہم اسے یہ بھی یقین ہوتا ہے کہ یہ مشکلات، اگر دور نہیں ہو رہیں تب بھی، جنت میں اس کے درجات بلند کرنے کا سبب بن رہی ہیں اور آخرت کے دکھوں سے اسے بچا رہی ہیں۔ چنانچہ مشکلات وتکالیف بھی اسے یہ اطمینان فراہم کرتی ہیں کہ اس کی تکلیف کا ہر اک لمحہ جنت میں اس کی راحتوں میں اضافہ کا سبب بنے گا۔ جو شخص اطمینان کی اس کیفیت میں جیتا ہو، اس کے سکون قلب کے کیا کہنے۔

یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے امتحان کی تیاری میں مصروف کوئی قابل طالبعلم رات بھر جاگتا اور نیند کی راحت سے محروم

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

رہتا ہے۔ مگر اسے یہ تکلیف اس لیے گوارا ہوتی ہے کہ وہ آنے والے دنوں میں اس کا بہترین نتیجہ دیکھے گا۔ یا کوئی کاروباری شخص اپنے کاروبار میں پیسے لگاتا ہے اور مشقت اٹھاتا ہے، اس امید پر کے آنے والوں دنوں میں اسے بھرپور منافع ملے گا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ کی یاد میں بڑا سکون ہے۔ مگر اس شخص کے لیے جو ایمان وتقوی کی کیفیات میں جیتا ہو۔ نہ اس شخص کے لیے جسے عام حالات میں نہ اللہ یاد رہے نہ آخرت بلکہ اس کی زندگی کا مقصود دنیا کی لذتیں ہوں۔ ہاں اسے کبھی تکلیف پہنچ جائے تو اس تکلیف سے نجات پانے کے لیے وہ وظیفے پڑھنا شروع کر دے اور سمجھے کہ یہ اللہ کی یاد ہے جس سے اسے سکون مل جائے گا۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org